کیا مزارعت ناجائز اور مکان کا کرایہ ربا ہے

رفیع اللہ شہاب

ماھنامہ فکرو نظر کے دسمبر ۷۴ء کے شمارے میں مذکورہ بالا عنوان پر ایک تحقیقی مقالہ شائع ھوا ھے۔ جس میں موجودہ دور کے لئے اس اھم مسئلے پر بحث کی گئی ھے۔ فاضل مقالہ نگار نے اگرچہ بہت سی تفصیلات جمع کرنے کی کوشش کی ھے لیکن بحث کے چند اھم گوشے تشنہ رہ گئے ھیں۔ جن کی بابت راقم کچھ عرض کرنے کی جرأت کرتا ھے۔

مفتوحہ ممالک کی اراضی

اس سلسلے کی سب سے پہلی بات تو یہ ھے کہ مزارعت کی شرعی حیثیت کی یہ بحث ھمارے لئے کوئی عملی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ محض ایک نظری بحث ھے۔ اس کی وجہ یہ ھے کہ شرعی قوانین کے مطابق اراضی پاکستان، عراق و ایران کی اراضی کی طرح مفتوحہ ممالک کی اراضی کے ذیل میں آتی ھے۔ یعنی تمام مسلمانوں کے مشترکہ مفاد کے لئے اسلامی بیت‌المال کی ملکیت قرار پاتی ھے۔ جب تک برصغیر ھند و پاک پر مسلمانوں کی حکمرانی رھی، اسی شرعی حکم کے مطابق عمل ھوتا رھا۔ حکومت کاشتکاروں سے براہ راست معاملہ کرتی تھی۔ زمین کی پیداوار میں ایک حصہ حکومت کا ھوتا تھا اور دوسرا کاشتکار کا۔ درمیان میں، موجودہ دور کی طرح، غیرحاضر زمینداروں کا کوئی طبقہ موجود نہیں تھا۔ یہ طبقہ تو لارڈ کارنوالس کے بنگال کے بندوبست دوامی کے بعد پیدا ھوا۔ اور جسے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مستقل حیثیت مل گئی۔ اس لئے یہاں عملاً ھر بٹائی یا مزارعت کی شرعی حیثیت پر بحث کرنے کا سوال ھی پیدا نہیں ھوتا۔ لیکن چونکہ اس مسئلہ کے

ذریعے خلط مبحث پیدا کرکے یہاں مزارعت کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لئے ہم بھی اس بحث میں حصہ لینے پر مجبور ہیں۔ اور مقالہ زیر بحث سے بھی چونکہ اسی قسم کا تاثر پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں :-

فاضل محقق اپنی بحث کا آغاز یوں فرماتے ہیں کہ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ ''مزارعت ناجائز ہے اور انہیں اصرار ہے کہ مکان، زمین اور کھیت کا کرایہ سود و ربا ہے'' (صفحہ ۳۳۶) اس کے بعد بہت سے دلائل پیش کرکے مزارعت کا شرعی جواز ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''مزارعت کی شرعی حیثیت کی وضاحت کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تعمیر کئے ہوئے مکان کو مقرر رقم پر کرایہ پر دینا کسی مقرر وقت و زمانے کے لئے ایسا معاملہ ہے کہ جس کے جواز میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا'' (صفحہ ۳۵۲) اور اپنے مقالے کا خاتمہ ان الفاظ پر فرماتے ہیں کہ ''کسی نے ایسے کرایہ کی رقم کو ربا سے تعبیر نہیں کیا ہے۔ اور نہ کرائے کی اجرت کو کوئی عقل سلیم ربا و سود کہہ سکتی ہے'' (صفحہ ۳۵۴)۔

فاضل محقق نے مزارعت کو جائز ثابت کرنے کے لئے بہت سی روایات نقل فرمائی ہیں۔ لیکن جو بحث کا اصل نقطہ تھا کہ یہ معاملات ربا یعنی سود ہیں۔ اس بارے میں انہوں نے واضح ارشادات نبوی کو نقل کرنا تو کجا ان کی طرف کہیں اشارہ تک نہیں فرمایا۔ حالانکہ حضور صلعم کے یہ ارشادات جنہیں ائمہ حدیث واضح الفاظ میں صحیح قرار دیتے ہیں انہی روایات کے ساتھ حدیث کی انہی کتابوں میں موجود تھے۔ پہلے یہ ارشادات نبوی ملاحظہ فرما لیجئے اس کے بعد ہم فاضل محقق کی نقل کردہ روایات کے بارے میں کچھ عرض کرینگے :- مزارعت کو سود قرار دینے والے ارشادات نبوی اگرچہ احادیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں لیکن اختصار کو مدنظر رکھتے

ہوئے ہم اسے سنن ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں کہ اس مجموعہ حدیث کے جامع ساتھ ہی ہر حدیث کی صحت و کمزوری بھی واضح کرتے چلے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

عن ابن ابی نعم حد ثنی رافع بن خدیج انه زرع ارضاً فمر به النبی صلی الله علیه وسلم و هو یسقیها فسأله لمن الزرع ۔ فقال زرعی ببذری و عملی ۔ لی الشطر و لبنی فلان الشطر۔ فقال اربیتما ۔ فردالارض علی اهلها وخذ نفقتك ۔ (سنن ابوداؤد مطبوعه مصر جلد ۳ صفحه ۳۰۵)

(ترجمہ) ابن ابی نعم سے روایت ہے کہ مجھ سے رافع بن خدیج نے بیان کیا کہ انہوں نے ایک زمین کاشت کی، تو حضور صلعم کا وہاں سے گزر ہوا اور وہ کھیتوں کو پانی دے رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ زمین اور کھیتی کس کی ہے۔ کہا بیج اور کام کی شرط پر یہ کھیتی میری ہے اس میں ایک حصہ میرا ہوگا اور ایک بنی فلاں کا ۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم دونوں نے سود کا معاملہ کیا زمین مالکوں کو واپس کر دو اور ان سے اپنے اخراجات لے لو ۔

دوسری حدیث میں اس معاملے کو سود قرار دینے پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس پر سخت وعید بھی سنائی:۔

عن جابر بن عبد الله قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من لم یذر المخابرة فلیاذن بحرب من الله و رسوله (ایضاً)

(ترجمہ) حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا جو شخص بٹائی چھوڑنے پر تیار نہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کیلئے تیار ہو جائے (یعنی وہ اسلامی نظام کا باغی ہے) ایک سچے مسلمان کیلئے تو زمین کی بٹائی کو سود قرار دینے والے حضور صلعم

کے یہ واضح ارشادات ھی کافی ھیں لیکن چونکہ اس مسئلہ میں خلط مبحث پیدا کر دیا گیا۔ اس لئے ھم ان کی تائید میں ایک ایسے عالم دین کی سود کی تعریف نقل کرتے ھیں - جس نے خود زمین کی بٹائی کے شرعی جواز کو ثابت کرنے کیلئے بھر پور کوشش کی ھے۔ ملاخطہ فرمائیے :۔

''تجارت اور صعنت و حرفت اور زراعت میں انسان محنت اور ذھانت صرف کرتا ھے اور اس کا فائدہ لے لیتا ھے۔ مگر سودی کاروبار میں وہ محض اپنا ضرورت سے زائد مال دے کر بلا کسی محنت و مشقت اور صرف کمال کے دوسروں کی کمائی میں شریک غالب بن جاتا ھے۔ اس کی حیثیت اصطلاحی شریک کی نہیں ھوتی جو نفع و نقصان دونوں میں شریک ھوتا ھے اور نفع میں جس کی شرکت نفع کے تناسب سے ھوتی ھے - بلکہ وہ ایسا شریک ھوتا ھے جو بلحاظ نفع و نقصان اور بلا لحاظ تناسب نفع اپنے مقرر اور مشروط منافع کا دعویدار ھوتا ھے،،

(سود حصہ اول طبع سوم از سودودی صاحب صفحہ ۳۷)

اس تعریف کی روشنی میں ایک مثال ملا حظہ ھو۔ اگر کوئی صاحب اپنی آمدنی سے چار پانچ ھزار روپے بچاکر بنک میں جمع کراکے اسکا منافع لیں تو اس کے سود ھونے میں کسی کو شک نہیں - لیکن اگر وھی صاحب اپنی یہ بچت بنک میں جمع کرانے کے بجائے اس کی اراضی خرید کر بٹائی پر دے دیں - اور گھر بیٹھے بغیر کسی محنت و مشقت اور صرف کمال کے اس زمین پر کاشت کرنے والے کی کمائی میں شریک غالب بن جائیں تو پھر یہ سود کی تعریف سے نکل کر کیسے جائز ھو جاتا ھے ؟۔ حالانکہ ایسا کرنا بنک کے سود سے کئی گنا زیادہ منافع بخش ھے - کیونکہ بنک میں ھر سال جس شرح سے سود ملتا ھے۔ اس سے زیادہ روپیہ کی مدت کم ھوجاتی ھے۔ جبکہ زمین کی صورت میں اسکی قیمت روز بروز بڑھتی رھتی ھے - اور پھر سود سے کئی گنا زیادہ پیداوار کا نصف حصہ۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے مشہور ترین ماہرین معاشیات نے بٹائی کے معاملہ کو سودی معاملہ قرار دیا ہے مثلاً لارڈ کینس (Keynes) سود کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اس سے مراد وہ اعلی معاوضہ ہے جو قدیم زمانے میں اراضی پر اور عہد حاضر میں سرمائے پر وصول کیا جاتا ہے۔ (بحوالہ اسلام اور سود از ڈاکٹر انور اقبال قریشی صفحہ ۹۸) مختصر یہ کہ جب بٹائی کا معاملہ خود حضور صلعم کے ارشادات کے مطابق اور ماہرین معاشیات کی تعریف بلکہ بٹائی کے جائز قرار دینے والوں نے سود کی تعریف بیان کی ہے اس کے بموجب ربا قرار پاتا ہے تو فاضل مقالہ نگار کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے کہ کسی نے ایسے کرائے کی رقم کو ربا سے تعبیر نہیں کیا ہے اور نہ کرائے کی اجرت کو کوئی عقل سلیم ربا سود کہہ سکتی ہے۔

ہمارے ایمان کے مطابق جب یہ حقیقت ثابت ہو جائے کہ حضور صلعم نے مزارعت کو سودی کاروبار قرار دیا ہے تو مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ سود تو قرآن حکیم کی نص صریح کے مطابق حرام ہے اور صالحین امت نے یہاں تک تاکید فرمائی کہ سود تو سود جس چیز میں اسکا شائبہ بھی پایا جائے اس کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔ خود فاضل محقق حضرت عمر رض کے فرمان دعوا الربوا والریبۃ (سود اور جس چیز میں سود کا شبہ ہو دونوں ترک کر دو) سے بےخبر نہ ہونگے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ جس چیز کو حضور صلعم نے واضح الفاظ میں سود فرمایا اور ماہرین معاشیات کی تصریح کے مطابق بھی وہ سود کی تعریف میں آتا ہے، اسے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ حضور صلعم کے بٹائی کو سود قرار دینے والے صحیح ارشادات کے مقابلے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ اس حد تک کمزور ہیں کہ خود فاضل محقق کو یہ تصریح کرنی پڑی کہ رواۃ کے متعلق جرح و قدح کو بنیاد بنا کر روایات کے انکار کو موضوع بنانا کسی طرح معقول نہیں (حاشیہ صفحہ ۳۴۰)۔ پھر ان دلائل میں جو تعارض ہے

اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی ایک دو مثالیں پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے:-

حضرت ابن عباس سے جو مزارعت کا جواز نقل کیا جاتا ہے تو وہ زیادہ تر حضرت طاؤس کی روایت سے ہے، چنانچہ فاضل محقق نے جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:-

عمروبن دینار طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ان (طاؤس) سے کہا اے ابو عبد الرحمن کاش آپ مخابرہ (بٹائی کا معاملہ) ترک کردیتے کیونکہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ طاؤس نے جواب دیا کہ ان میں سب سے بڑے علم والے یعنی حضرت ابن عباس نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ البتہ حضور نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اپنی زمین عطا کر دے۔ تو یہ یقیناً بہتر ہے اس سے کہ اس زمین پر ایک معلوم زمین خراج لے (صحفہ ۳۴۱)۔ حالانکہ اپنے اسی مضمون میں فاضل محقق صرف چار صفحات پہلے یہ تسلیم کرچکے ہیں کہ حضرت طاؤس اور حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ زمین کرایہ پر دینا کسی حال میں جائز نہیں (صحفہ ۳۳۷)۔

یا مثلاً اگر احادیث صحیح ہیں تو ان سے غلط استدلال کیا گیا ہے: مثلاً اهل خیبر سے معاملہ طے کرنے کی حضرت عبداللہ بن عمر رض کی مشہور روایت، جن کے بارے میں فاضل محقق فرماتے ہیں:-

''اهل خیبر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ نصف پیدوار پر سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ معلوم ہے کہ حضور نے خیبر کی فتح کے بعد وهاں کے باغات اور کھیتوں کا معاملہ کیا تھا یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضور نے خیبر کے کھیتوں اور باغات کو نصف پیداور کے عوض یہود مالکوں کے قبضے میں رہنے دیا

تھا یہ معاملہ کسی طرح سیاسی نہ تھا اور نہ خراج کی شکل تھی پھر مساقاۃ کے جواز میں اسے دلیل بنایا نہیں جاتا،، (صفحہ ۳۴۳) -

قطع نظر اس سے کہ مساقات اور مخابرہ (ہمارے ہاں کی مروجہ مزارعت) میں زمین و آسمان کا فرق ہے - ہم پہلے اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر سمیت بہت سے علمائے امت کا وہ فیصلہ نقل کرتے ہیں کہ یہ معاملہ کس نوعیت کا تھا - علامہ شوکانی فرماتے ہیں :-

''لیکن پیداوار کی بٹائی کے ناجائز ہونے پر مذکورہ بالا اصحاب ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں، جو اس کی مخالفت میں وارد ہوئی ہیں- اور خیبر کے معاملے کا جواب یہ دیتے ہیں کہ خیبر تو بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور اس کے باشندے آنحضرت صلعم کے غلام ہو چکے تھے اس لئے اس کی پیداور میں سے جو کچھ بھی آپ نے لیا وہ بھی آپ کا اور جو کچھ چھوڑ دیا وہ بھی آپ ہی کا تھا - حازمی کہتا ہے کہ یہ مذہب حضرت عبداللہ بن عمر رض اور حضرت ابن عباس رض اور حضرت رافع بن خدیج رض اور حضرت اسید بن حضیر رض اور حضرت نافع رض سے مروی ہے اور اسی کی طرف امام مالک رح اور امام شافعی رح اور کوفیوں میں سے امام ابوحنیفہ گئے ہیں (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار از شوکانی جلد ۵ صحفہ ۲۹۵)

یعنی حدیث کے راوی تو اسے حکومت کا خراج قرار دیتے ہیں اور ہم اس کے برعکس اسے ایک سودی معاملہ جائز کرنے کے لیئے استعمال کرتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے جو حضرات اس واقعہ کو اپنے اس مقصد کے لیئے استعمال کرتے ہیں وہ کبھی کبھی بھول کر اس بارے میں حق بات کہہ جاتے ہیں- مثلاً بٹائی کے سودی معاملے کو جائز قرار دینے کے لیئے سودودی صاحب اسی واقعہ خیبر کا سہارا لیتے ہیں فرماتے ہیں :-

یہ عہد نبوت و خلافت کے مشہور ترین واقعات میں سے ہے اور اس کی صحت میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے - اس میں

صریح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بٹائی پر زمین کاشت کیلئے دی ہے۔

(مسئلہ ملکیت زمین صفحہ ٦٩)

یعنی یہاں تو وہ خیبر کے معاملے کے خراجی معاملہ ہونے کا انکار کرتے ہوئے اسے بٹائی کا معاملہ قرار دیتے ہیں لیکن ایک دوسرے مقام پر حضرت عبد اللہ بن عمر رض اور امام مالک رح اور امام شافعی رح اور امام ابوحنیفہ کی طرح اسے خراجی معاملہ تسلیم کرتے ہیں فرماتے ہیں :-

''وہ جن کو راستبازی اور انصاف کی ہوا تک نہیں لگی تھی، ان کے عدل و راستی کا یہ حال ہو گیا کہ خیبر کی صلح کے بعد جب ان کا تحصیلدار سرکاری معاملہ وصول کرنے گیا تو یہودیوں نے ایک بیش قرار رقم اس غرض کیلئے پیش کی کہ وہ سرکاری مطالبے میں کچھ کمی کر دے۔ مگر اس نے رشوت لینے سے انکار کر دیا۔ اور حکومت اور یہودیوں کے درمیان پیداوار کا کا آدھا ادھا حصہ اس طرح تقسیم کیا کہ برابر کے ڈھیر آمنے سامنے لگا دیئے اور یہودیوں کو اختیار دیا کہ دونوں میں سے جس ڈھیر کو چاہیں اٹھا لیں۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم طبع ہشتم صفحہ ٩٢٣)

اس وضاحت میں امت مسلمہ کے تین بڑے ائمہ یعنی امام مالک، امام شافعی، اور امام ابوحنیفہ کا فیصلہ بھی سامنے آ جاتا ہے کہ وہ اس معاملے کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ فاضل مصنف ان کے فتوی کے زور کو کم کرنے کیلئے یہ استدلال فرماتے ہیں کہ ان کا مسلک غایت تقوی پر محمول ہے۔ لیکن فقہ کی کتابوں میں تو ان کے مسلک کیلئے غیر مشروع کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔ ائمہ کرام کے مسلک کی وضاحت چونکہ ایک دوسرے

صاحب علم مولانا محمد طاسین نے فکر و نظر ھی کے صفحات میں تفصیل سے بیان کر دی ھے اس لئے انہیں دھرانے کی ضرورت نہیں۔ ھم تو مختصراً یہ جانتے ھیں کہ جس معاملے کو حضور صلعم خود سود قرار دیں امت کے یہ عظیم ائمہ اسے کیسے جائز قرار دے سکتے ھیں!

ھم نے بٹائی کے معاملے کے سودی کاروبار ھونے کے بارے میں رسول اللہ صلعم کے ارشادات گرامی بھی نقل کر دیئے ھیں۔ موجودہ دور کے ماھرین معاشیات کے اقوال بھی کہ یہ سودی معاملہ ھے۔ یہاں تک کہ اسے جائز قرار دینے والوں نے سود کی جو تعریف بیان کی ھے یہ معاملہ عین اس کے مطابق ھے۔ اب جبکہ فاضل مقالہ نگار نے مکان کے کرایہ کو بٹائی کے معاملے پر قیاس کرتے ھوئے جائز قرار دیا تھا۔ تو پھر خود ان کے استدلال کے مطابق بٹائی کے معاملے کا سودی کاروبار ثابت ھو جانے پر مکان کا کرایہ بھی سود قرار پاتا ھے۔ اس سلسلے میں اگرچہ انھوں نے دوسرے اقوال تو نقل کر دیئے تھے لیکن حضور صلعم کے اس ارشاد کو نقل نہ کیا جس میں کہ حضور صلعم نے اپنی زبان مبارک سے مکہ شریف کے مکانوں کے کرایہ کو سود قرار دیا حالانکہ حنفی فقہاء تک نے اسے نقل کیا ھے ملاحظہ فرمائیے۔

من اکل کراء ارض مکة فکانما اکل الربوا۔ (ھدایہ مطبوعہ دھلی جلد ۴ صفحہ ۴۵۷) ترجمہ جس نے مکہ معظمہ کے مکانوں کا کرایہ کھایا اس نے گویا سود کھایا۔